٤٨٦

"ارشادِ ربانی"

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار کرے گا اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا۔

اِسلامی زندگی

"مسلمانوں کے زندگی گذارنے کا مختصر دستور العمل"

تجویز فرمودہ

سیّدی و مولائی حضرت مولانا شاہ محمّد الیاس صاحب مدظلہم العالی

مقیم بستی حضرت نظام الدین اولیاؒ (دہلی)

مُرتّبہ

محمّد احتشام الحسن غفرلہ

مکتبہ

اشفاق

۷۸۶

ہست دینِ مصطفیٰؐ دینِ حیات

شرعِ او تفسیرِ آئینِ حیات

اپریل ۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہٖ ورسولہٖ وحبیبہٖ سیّد الانبیاء والمرسلین امام الاولیاء والمتقین محمد والہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

اِنسان اشرف مخلوقات ہے۔ دنیا کی ہر شے پر اس کو فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ اپنے عزم اور ارادہ میں آزاد اور خود مختار ہے۔ اس کو دنیا کی کسی قوت کے سامنے مجبور اور لاچار نہیں بنایا گیا۔ اس کو سر بلند بنایا گیا سرنگوں نہیں کیا گیا۔ اور دنیا کی ہر قوت کو اس کے آگے پائمال کیا گیا تاکہ ہر بندھن سے آزاد ہو کر ہر قوت کو ٹھکرا کر جبین نیاز رب العالمین کے سامنے جھکائے اور صرف اپنے مالک خالق مولیٰ کی غلامی اور بندگی کا طوق گردن میں ڈالے اور کوئی شے اسکے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مانع نہ ہو۔

صرف یہی ایک مقصد ہے جس کے لئے انسان کو وجود بخشا گیا اور گوناگوں نعمتوں سے نوازا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ہ

(ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ ہماری بندگی کریں۔)

مالک حقیقی کی بندگی کیونکر ہو؟ اسکی غلامی کے کیا اطوار ہیں؟ اسکو بتانے کے لئے رسُول اور نبی بھیجے گئے جنھوں نے ہر زمانہ میں ہر قوم میں آکر مخلوق کو خالق کی بندگی سے روشناس کرایا جب مخلوق اپنے فرض منصبی سے واقف ہو گئی تو غلامی کے پُورے اطوار اور بندگی کا مکمل دستور العمل اس عالی ذات کے ذریعہ دنیا میں بھیجا جو خود کمال بندگی کا مکمل ترین نمونہ تھا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

انسان کا جوہر انسانی اور کمال انسانیت یہ ہو کہ اپنے اصل منصب پر استوار اور مضبوط رہے اور زندگی کو بندگی کے اس دستور العمل کے موافق گذارے جس کا عملی نمونہ نبی آخر زماں سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی شان ہو۔ یہی زندگی کا مقصود اصلی ہے۔ یہی دارین کی نعمتوں کا ذریعہ ہو۔ یہی وہ طریقہ ہو جس سے انسان حقیقی کمال حاصل کرسکتا ہے۔ اور اسی طریق کی پیروی پر آنے والی زندگی کی چین وراحت موقوف ہو۔ اسی کو "شریعت" کہتے ہیں۔

جن نفوس قدسیہ نے اپنی زندگی کو شریعت محمدیہ کے سانچے میں ڈھالا اور مولی حقیقی کی بندگی اور غلامی کو اپنا مقصد حیات قرار دیا وہ صوفیا، کرام اولیا، عظام ہیں جن کی بزرگی اور عظمت شان کے آثار آج تک نمایاں نظر آتے ہیں۔ خداوند کریم ان پر رحمت و رضوان نازل فرمائے کہ انھوں نے نہ صرف اپنی زندگی کو کمال بندگی سے آراستہ کیا بلکہ مخلوق کو وہ طریقے سکھلائے جس سے شریعت محمدی کا اتباع آسان ہوجائے اور انسان بطیب خاطر بندگی اور غلامی کا خوگر بن جائے۔ اسی کو "طریقت" کہتے ہیں۔

"شریعت اور طریقت کا مقصد" شریعت اور طریقت دونوں کا مقصد یہ ہو کہ بندہ میں اپنے مولیٰ کی عظمت و محبت اس حد تک پیدا ہوجائے کہ مولیٰ کے سوا کوئی شے قابل محبت اور لائق عظمت و بڑائی شمار نہ ہو صرف اسی کی عظمت اور محبت دل میں راسخ ہو اور اسی کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ اسکے خلاف ہر حکم نا قابل التفات اور مردود ہو دل میں رگ و ریشہ میں وہی وہ ہو اس کے علاوہ ہر چیز ہیچ در ہیچ ہو مگر چونکہ دنیا کی تمام چیزیں اسی مالک کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس لئے اس کریم کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے اس کے حکم کے موافق منتفع ہو کہ منعم حقیقی کے دئے ہوئے تحفوں کے ساتھ ناقدری اور بے زاری کا برتاؤ کفران نعمت ہے۔ شکر اور قدردانی سے انعامات میں زیادتی ہوتی ہے اور ناقدری اور کفران سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ (اگر تم شکر کروگے اور دوں گا تم کو اور اگر ناشکری کروگے تو میری مار سخت ہے۔)

محبّت دو قسم کی ہوتی ہے ایک نفسانی۔ دوسرے عقلی

"**محبّت نفسانی**" یہ ہے کہ انسان کسی شے کی ظاہری خوبی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ اور وارفتہ ہوجائے۔ اسی کو عشق کہتے ہیں عشق کا مقصود مطلوب کا حصول اور محبوب کا وصال ہوتا ہے لیکن جب مطلوب حاصل نہیں ہوتا تو انجام کار بے چینی اضطراب اور سوزش لاحق ہوجاتی ہے اور یہ محبت کی سلگی ہوئی آگ انسان کو جلاکر خاکستر بنا دیتی ہے اور اگر مطلوب حاصل ہوجائے تو پھر یہ سوزش کم ہوجاتی ہے اور محبت کی سلگی ہوئی آگ ماند پڑ جاتی ہے اور عشق کی یہ کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔

"**محبّت عقلی**" یہ ہے کہ کسی شے کے فوائد اور منافع انسان پر ظاہر ہوں اور اس شے کی حاجت اور ضرورت واضح ہوجائے تو دل میں اس شے کے حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو انسان کو اس شے کے حصول کے لئے بے چین کرتا ہے۔ پھر اس شے کے حصول میں جسقدر بھی مصائب اور تکالیف پیش آتی ہیں سب سہل ہوجاتی ہیں اور انسان ہر قسم کی مشقت بخوشی برداشت کر کے ہر ممکن طریقے سے اس شے کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب تک یہ شے حاصل نہ ہو برابر طلب اور جستجو میں لگا رہتا ہے اور جب یہ شے حاصل ہوجاتی ہے تو اس کے منافع اور فوائد اور زیادہ ظاہر ہوتے ہیں جس سے طلب اور جستجو اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور روز بروز یہ جذبہ ترقی کرتا جاتا ہے انسان تھک کے عاجز ہوجاتا ہے مگر اس کا شوق ہمیشہ اس کو آگے بڑھاتا رہتا ہے۔

جب عقل کسی شے کے فوائد اور منافع کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوجاتی ہے تو رفتہ رفتہ یہ آشفتگی انسان کے تمام اعضاء اور قویٰ میں سرایت کرجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا اپنا عزم اور ارادہ بالکل فنا ہوجاتا ہے خود مستقل کچھ نہیں رہتا اور اسکی ہر خواہش

اپنے محبوب میں گم ہو جاتی ہے جو کچھ وہ کہتا ہے وہی یہ کرتا ہے۔ جو کچھ وہ سُناتا ہے وہی یہ سنتا ہے جس چیز میں اس کی رضا ہوتی ہے وہی اس کی آرزو ہوتی ہے۔ یہی حقیقی عشق ہے جسکی کیفیت شاعر نے اس طرح بیان کی ہے

عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بودن + دِل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کتاب صراط مستقیم میں تحریر فرماتے ہیں:-

"شریعت و طریقت کا ثمرہ اور حقیقت و معرفت کی بنیاد حق تعالیٰ کی محبت ہے۔ چنانچہ من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما میں اس کی تصریح ہے اور وَالَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ میں اسکی طرف اشارہ ہے۔

اس مسئلہ پر اگرچہ تمام صوفیاء کرام بلکہ تمام مخلوق کا اتفاق ہے مگر اس میں ایک لطیف نکتہ ہے جس سے اہلِ زمانہ غافل ہیں اور وہ نکتہ حُبِ نفسانی (جسکو عشق کہتے ہیں) اور حب ایمانی (حب عقلی کیساتھ مشہور ہے) میں فرق کرنا ہے اس لئے کہ حب نفسانی سلوک کی ابتدائی حالات سے ہے اور حب ایمانی انبیاء کرام کے کمالات اور اولیاء عظام کے مقامات سے ہے۔"

تمام انبیاء کرام نے مخلوق کو عقلی محبت کی طرف بلایا اور وہ شواہد اور براہین مخلوق کے سامنے پیش کئے جس سے خالق کے ساتھ عقلی محبت پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ عقلی محبت سہولت کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر کبھی زائل نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ ترقی کرتی رہتی ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ عقلی محبت کا قائم ہونا ہی اسلام اور ایمان کا مقتضی ہے اور یہی وہ اصل شے ہے جس کے ساتھ اسلام اور ایمان کا بقا وابستہ ہے اس لئے

اس محبت کو "محبت ایمانی" کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور جس طریق سے یہ محبت حاصل کی جائے اس کو "طریق نبوت" کہہ سکتے ہیں۔

"محبت ایمانی کی توضیح" چند امور انسان کی فطرت میں داخل ہیں ان امور کو اچھا سمجھنا اور ان کے خلاف کو برا سمجھنا ایک فطری اور طبعی شے ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ ان امور میں اصل شے اپنے محسن اور منعم کی محبت اور تعظیم ہے اسے اسکے ماسوا پر ترجیح دینا اس کی نعمتوں اور احسانات کا شکرگذار رہونا۔ اس کی رضا جوئی میں اپنی مالوفات اور مرغوبات کو ترک کرنا اور مشقتوں کا برداشت کرنا۔ خود کو اس کے ادنےٰ غلاموں سے شمار کرنا۔ اس کے مقابلہ میں اپنے نفس کو کچھ نہ سمجھنا۔ زبان کو اسکی مدح اور جوارح کو اس کی خدمات میں مشغول رکھنا۔ اپنی گردن اسکے احسانات کے بوجھ سے جھکائے رکھنا اسکے احسانات کو زبان اور عمل سے ظاہر کرتے رہنا۔ اسکی اطاعت میں اپنے محبوبات کو بھلا دینا اور اپنے دل کو اس کی رضا جوئی کے لئے آمادہ رکھنا اور اسکے احکام کی بجاآوری کے لئے مستعد رہنا اگرچہ سخت دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا پڑے اور ان تمام امور پر استقامت اور مداومت کرنا کہ یہی منعم کی نعمتوں کی حق شناسی ہے۔

پھر جواد اور کریم کی محبت۔ جواد اور کریم سے وہ ہستی مُراد ہے جو بلا اپنی کسی ذاتی غرض کے کِسی پر احسان کرے۔ جو بھی بے غرض کسی پر احسان کرے گا ہر سلیم الطبع انسان کی طبیعت کا تقاضا یہ ہوگا کہ اسکے ساتھ محبت اور عظمت کا برتاؤ کرے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ احسان کرنے والا خود غنی اور بے نیاز ہو کسی کا ذرہ برابر محتاج نہ ہو اور دوسرے ہر حال میں اس سے وابستہ اور اس کے محتاج ہوں تو یہ جذبہ محبت اور عظمت اور زیادہ بڑھ جائیگا۔

اب اگر انسان غور کرے تو سب سے بڑا محسن اور منعم اور حقیقی جواد و کریم حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے جس نے انسان کو وجود بخشا حسن صورت اور حسن سیرت عطا فرمائی عقل و شعور کی دولت سے سرفراز کیا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ '

(بیشک پیدا کیا ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں) پھر ہر وقت ہر آن اسکے بیشمار احسانات بلا کسی غرض اور منت کے اس پر نازل ہوتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اور اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار کروگے تو ان کا احاطہ نہ کر سکوگے) وہ مالک الملک غنی ہی بے پرواہ ہی بے نیاز ہی ہر شے اس کی ملک اور اسکی محتاج ہی۔ پھر مملوک محتاج فقیر بے نوا پر اسقدر الطاف والغامات کی بارش کہ انسان کا رواں رواں اس کی شکر گذاری سے عاجز ہی۔ جس قدر انسان ان باتوں پر غور کرے گا اسی قدر حق تعالی کی محبت اور عظمت عقل اور دل ودماغ پر مسلّط ہوگی اور اسکو مطیع وفرمانبردار بندہ بنائے گی اور درجۂ کمال کو پہنچاے گی۔

"**حُبّ ایمانی کے حصُول کا طریقہ**" پہلے معلوم ہوچکا کہ مقصود زندگی مولے کی بندگی ہی اور بندگی کی ادائیگی محبت اور عظمت پر موقوف ہی تو اصل شے جس پر انسان کی رُوحانی زندگی کا مدار ہی حق سبحانہ وتعالی کے ساتھ عظمت ومحبت کا پیدا کرنا ہی کہ بغیر اس کے زندگی انسانی زندگی نہیں بلکہ چوپاؤں کی زندگی ہی۔ اسی لئے شریعت محمدیہ میں ان اعمال کو جن سے یہ عظمت ومحبت نشو ونما پائے ہر مسلمان کے لئے ضروری اور لازمی قرار دیا انہی کو ارکان اسلام کہتے ہیں جو پانچ ہیں۔

توحید ورسالت کا اقرار۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ان میں سے حج وزکوٰۃ صرف مال داروں اور ذی ثروت لوگوں کے لئے ہی اور روزہ اگرچہ ہر مسلمان امیر وغریب کے لئے ہی مگر سال بھر میں صرف ایک ماہ کے روزے ہیں

باقی دو یعنی توحید ورسالت کا اقرار اور نماز یہ دونوں جذبۂ عظمت ومحبت کی ترقی اور حیات روحانی کی بقا کے لیے ایسا ہی ضروری ہیں جیسے حیات جسمانی کے لئے آب وہوا اور غذا۔ اس لئے ان دونوں کو ہر مسلمان کے لئے لازم قرار دیا گیا۔ انکے علاوہ جن اعمال سے رُوحانی زندگی میں تازگی اور شگفتگی پیدا ہوتی ہی اور اس جذبۂ عظمت اور محبت کے پیدا کرنے اور نشو ونما میں معین ومددگار کا درجہ رکھتے ہیں انکی فضیلت اور بزرگی

اس حدتک بیان کی گئی کہ انسان ازخود انکی طرف راغب ہو سان میں سے اعلیٰ اور اہم چند امور ہیں۔ ذکر اللہ کی کثرت۔ اور قرآن پاک کی تلاوت۔ علم دین حاصل کرنیکی اہمیت اللہ کی راہ میں جد وجہد کی فوقیت۔ ان اعمال کے فضائل اور برکات اور اجر و ثواب کلام ربانی اور ارشادات نبوی میں بکثرت موجود ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حب ایمانی کے حصول کا طریقہ اور جذبہ عظمت و محبت کے بقار کا ذریعہ ان اعمال کے ساتھ دل بستگی اور وابستگی ہے اور یہ اعمال خود مطلوب اور مقصود نہیں بلکہ مطلوب حقیقی اور مقصود اصلی کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ مگر چونکہ مطلوب حقیقی کا بغیر اس واسطے کے حاصل ہونا ناممکن اور محال ہے اس لئے ان واسطوں کا اختیار کرنا لابدی اور ضروری ہے۔

(۱) سب سے پہلے اور سب سے اہم یہ ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی عظمت اور محبت کو دل نشین کرنا اور اس کے معنی اور مفہوم کو اس حدتک ذہن نشین کرنا کہ عقل اور دل و دماغ میں یہ مفہوم اچھی طرح سما جائے۔ جس قدر عقل اس کلمہ کی گہرائیوں میں جائے گی اسی قدر جذبۂ محبت سے سرشار ہو گی۔ اس کلمہ کی کثرت ایمان کی تازگی اور نکھار کا باعث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا "تم اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو۔" صحابہ نے عرض کیا کس طرح؟ حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کرو۔" یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت ہر شخص کو سب سے پہلے اس کلمہ کی تلقین فرماتے ہیں اور اس حدتک اس کا ورد کراتے ہیں کہ دل و دماغ اور رگ و ریشہ میں اسکی عظمت و محبت سرایت کر جائے۔ جب انسان پر اس کلمہ کا مفہوم حاوی ہو جاتا ہے تو کمالات اور ترقیات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

"کلمہ کا مفہوم" "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے سوا کوئی ہستی قابل عبادت لائق اطاعت و فرمانبرداری نہیں وہی معبود ہے اسی کی بندگی کی جائے وہی مالک الملک ہے اسی کی اطاعت اور فرمانبرداری

کی جائے۔ وہی احکم الحاکمین ہے۔ اسی کے حکم پر جان نثار کی جائے وہی سرچشمۂ عظمت و محبّت ہے۔ اسی کے ساتھ تعلق خاطر پیدا کیا جائے اور اس بندگی اور فرمانبرداری اور جان نثاری اور دل بستگی کا طریقہ سید المرسلین حبیب ربّ العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے معلوم کیا جائے اس لئے کہ آپ مخلوق کے لئے اسوہ حسنہ ہیں آپ کو دنیا میں اسی لئے بھیجا ہی تاکہ مخلوق کو خالق کے ساتھ وابستہ کریں بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھلائیں اور کمال بندگی کے اطوار سکھلائیں۔ آپکا اتباع حقیقی بندگی اور حقیقی محبّت کا واحد ذریعہ ہی جسکے بغیر رضا رخداوندی کا حاصل ہونا ناممکن اور محال ہی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۔ (اے محمّد کہہ دو اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تمھیں محبوب رکھے گا۔ اور بخش دے گا تمھارے لئے تمھارے گناہوں کو اور اللہ غفور رحیم ہی۔ (اے محمّد) کہدو کہ اطاعت کرو اللہ اور رسُول کی پس اگر وہ اعراض کریں تو بے شک اللہ بھی پسند نہیں کرتا انکار کرنے والوں کو) وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کرے گا اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا) مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (جو کچھ رسُول تمھیں دے اس کو لیلو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ)

(٢) نماز کی حقیقت کو سمجھنا اس کے ساتھ دل بستگی اور وابستگی پیدا کرنا کہ حقیقی راحت اور سکون اور طمانینت قلب نماز میں میسّر آنے لگے۔

"نماز کی حقیقت" ہر بادشاہ اپنی رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے دربارِ عام کا ایک وقت مقرر کرتا ہی تاکہ اس وقت میں اپنے خاص لطف وکرم سے رعایا کو نوازے رعایا کو ہمکلامی کا شرف بخشے۔ ہر شخص بآسانی اپنی معروضات بارگاہ شاہی میں پیش

کرسکے۔ شہنشاہ عالم جل جلالہٗ نے بھی اپنی مخلوق اور اپنی رعایا کو اس نعمت سے نوازا اور اپنے لطف وکرم سے اس قدر نوازا کہ ہر شخص ہر وقت بارگاہ خداوندی میں رسائی پاسکتا ہے۔ ہمکلامی کا شرف حاصل کرسکتا ہے اور اپنی معروضات کو پیش کرسکتا ہے۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ کوئی حاجب و دربان نہیں۔ امیر وغریب کا کوئی امتیاز نہیں کہ اس بارگاہ کے سب غلام ہیں اور غلاموں میں ممتاز وہ ہے جو سب سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار ہو۔ اسی پر بس نہیں اس اذن عام پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ ہر فرد بشر ہر مرد وزن ہر عاقل وبالغ پر پنجوقتہ بارگاہ خداوندی کی حاضری ضروری اور لازمی قرار دی گئی تاکہ ہر شخص کا تعلق خالق کے ساتھ قائم دائم رہے اور عبد کا معبود کے ساتھ ارتباط مستحکم تر ہوجائے اور دنیاوی مشاغل میں پھنسکر جو غفلت ونسیان کے پردے دلوں پر پڑتے رہتے ہیں وہ بار بار کی یاد دہانی سے پاش پاش ہوتے رہیں۔

معلوم ہوا کہ نماز درحقیقت دربار رب العالمین کی حاضری اور بارگاہ خداوندی کی حضوری اور پروردگار عالم سے مناجات اور ہمکلامی کا وقت ہے جس میں ایک مشت خاک ذرۂ بے مقدار نجس وناپاک انسان کو ملاء اعلیٰ کے ساتھ ایک خاص ربط وتعلق قائم ہوتا ہے۔ جو نماز اس نظریہ کے ماتحت ادا کی جائے گی اس کے شایانِ شان اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ وہی حقیقی نماز ہے جو مؤمن کے لئے منتہائے عروج ہے اور بمنزلہ معراج ہے۔

اصل شئے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ عظمت ومحبّت کا تعلق ہے اور اس تعلق کا بقا۔ نماز کے ساتھ وابستہ ہے جیسے حیات انسانی بغیر غذا اور آب وہوا کے باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح یہ تعلق بھی بغیر نماز کے ساتھ شدید دِل بستگی اور وابستگی کے باقی نہیں رہ سکتا جس قدر نماز کے ساتھ انس اور لگاؤ ہوگا اسی قدر اس تعلق میں روز افزوں ترقی نصیب ہوگی۔ بشرطیکہ نماز کو نماز کی طرح ادا کیا جائے غفلت اور مدہوشی سے اس کو ضائع

نکیا جائے ورنہ سراسر ہلاکت بربادی اور خسران ہے فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون "ہلاکت اور بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں غفلت برتتے ہیں" اسکے برعکس اگر نماز کو توجہ اور غور و فکر کے ساتھ ادا کرے گا تو یقیناً فلاح یاب اور فائز المرام ہوگا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (یقیناً فلاح یاب ہیں وہ مؤمن جو اپنی نماز میں اللہ کی طرف جھکتے ہیں اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔)

نماز کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ لغویات سے محفوظ رکھتی ہے اور فحش گندی باتوں سے انسان کو باز رکھتی ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (بیشک نماز فحش اور بُری باتوں سے روکتی ہے)

"نماز پڑھنے کا طریقہ" حقیقی نماز سے لذت آشنا ہونا کوئی آسان مرحلہ نہیں کہ سہولت کے ساتھ سرانجام ہو جائے بلکہ اس کے لئے بھی جد و جہد درکار ہے۔ جب ہم اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے لئے کوشش کریں گے تو ضرور نصرت غیبی ہماری دستگیری فرمائے گی۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

نماز پڑھنے میں تین باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔

اوّل وضو کا اہتمام کرنا۔ وضو کی تمام شرائط سنن مستحبات اور آداب کا پورا کرنا۔ اور ہر عضو کو دھوتے وقت حدیث میں آئی ہوئی دعا پڑھنا۔ اور یہ خیال کرنا کہ ظاہری نجاست کے ساتھ ساتھ میری باطنی خباثت بھی دُور ہو رہی ہے۔

دوسرے نماز کے تمام ارکان فرائض واجبات اور سنن و مستحبات اور آداب کو باقاعدگی اور ادب و احترام کے ساتھ ادا کرنا۔

تیسرے نماز کی روح کا خیال رکھنا۔ نماز کی رُوح اخلاص اور حضور قلب ہے یعنی جو الفاظ تم زبان سے کہہ رہے ہو اور جو کام اعضائے سے انجام دے رہے ہو ان کے معنی اور

مفہوم کو سمجھ رہے ہو اور دل سے اس کا اعتراف اور اقرار ہو۔ مثلاً جب نماز شروع کرنے کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھائے تو دل بھی غیر اللہ کے تعلق سے کنارہ کش ہو۔ جب زبان سے اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کہے تو دل میں بھی یہی ہو کہ بیشک اللہ سے بڑی کوئی ہستی نہیں۔ جب الحمد للہ رب العلمین (سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) کہے تو دل اللہ کی نعمتوں کے شکریہ سے لبریز ہو اور اس کا یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی شے لائق ستائش نہیں۔ جب ایاک نعبد وایاک نستعین (ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) کہے تو دل میں بھی اپنے ذلیل اور محتاج ہونے کا اقرار کرے۔ اور اس کا یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جس کی فرمانبرداری کی جائے اور اس سے کسی قسم کی مدد طلب کی جائے۔ جب بدن رکوع میں جھکے تو دل بھی عاجزی کیساتھ جھک جائے۔ جب سر زمین پر پڑا ہو تو دل بھی اس کی ہمنوائی کر رہا ہو۔ اگر سر اسکے سامنے پڑا ہو اور دل غیروں کے قدموں پر پڑا ہو۔ بدن یہاں جھک رہا ہو اور دل غیروں کے سامنے جھک رہا ہو۔ زبان سے کچھ کہہ رہا ہو اور دل میں اس کا خلاف سمایا ہوا ہو تو یہ اقرار نہیں انکار ہو۔ عبادت نہیں استہزا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر ایسی طرح نماز ادا کی جائے اور اس طریق پر مداومت کی جائے تو حق تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ حقیقی نماز کی دولت سے سرفراز ہو گا۔ اگرچہ باطن کے اعتبار سے یہ نماز کا اعلیٰ درجہ ہو مگر ظاہر میں یہ نماز کا دوسرا درجہ ہو۔ پہلا درجہ جس کا انسان مکلف اور مامور ہو یہ ہو کہ اپنی استطاعت کے موافق نماز کو وقت پر ادا کرے تاکہ فریضۂ خداوندی ادا ہو جائے اور آخرت کے عذاب الیم سے نجات پائے۔ پھر جس قدر اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی سرزد ہوئی اس پر نادم اور شرمسار رہو اور جس کریم نے صورت نماز کی توفیق عطا فرمائی اسی کی بارگاہ سے حقیقی نماز کا طلب گار رہو۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جو حقیقی نماز کی طرف رہبری کر سکتا ہو بلکہ سچ پوچھو تو حقیقی نماز کی علامت یہی ہو کہ نماز کی

ادائیگی کے بعد اپنی کوتاہی پر ندامت و شرمندگی ہو اس لئے کہ اس ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ کے شایان شان ادب و احترام نہ کسی سے ادا ہوا نہ ادا ہو سکتا ہے نہ ادا ہوگا۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

قصور کا احساس اور اعتراف آگے بڑھاتا ہے اور ترقی کے راستہ پر ڈالتا ہے اور بے قصوری کا زعم ہلاک و برباد کرتا ہے۔

(۳) قرآن مجید کے ساتھ دل بستگی اور وابستگی پیدا کرنا۔ اور کوئی وقت مقرر کر کے ادب و احترام کے ساتھ روزانہ تلاوت کرنا اور اسکے مطالب اور معانی پر غور کرنا۔

پروردگار عالم نے اپنے رسول امین کے ذریعہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کیلئے زندگی گذارنے کا مکمل دستور العمل بھیجا ہے جس میں بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح ترقی اور کمال کی راہ کو واضح کر دیا اور کامیابی و کامرانی کو اس کے اتباع پر منحصر کر دیا۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۔ (تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کیطرف سے آئی ہے اور خدا تعالی کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو)

اس کی ہر بات حق واجب التسلیم اور واجب العمل ہے اور اس کا ہر لفظ مشعل نور و ہدایت ہے اور ہر آیت تمام مؤمنوں کے لیے پیام شفا و رحمت ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (اتارتے ہیں ہم قرآن سے وہ جو شفا اور رحمت ہے تمام مؤمنوں کے لئے)

یہ فرمان شاہی انسانی زندگی کے لئے بمنزلہ دستور اساسی کے ہے جو انسان اسکو اپنا اساس زندگی بنائیگا اور اس کو اپنا مقتدا اور پیشوا قرار دے گا وہ یقیناً فائز اور کامیاب ہوگا ورنہ ہلاک و برباد ہوگا۔

جس فرمان خداوندی کی پیروی انسان کی نجات اور فلاح کا واحد ذریعہ ہو

اس سے بے اعتنائی برتنا اس کو پس پشت ڈالنا اس کیساتھ بے توجہی کا برتاؤ کرنا اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاک و برباد کرنا ہے۔ جس فرمان خداوندی کا بے سمجھے تلاوت کرنا بھی موجب سعادت اور بارگاہ خداوندی سے تقرب اور تعلق کا باعث ہو اس کے ساتھ غفلت کا برتاؤ کرنا انتہائی نادانی اور جہالت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو:۔

"میری اُمت کے لئے سب سے بہتر عبادت کلام اللہ کی تلاوت ہے۔"

قرآن مجید اس مالک الملک احکم الحاکمین کا فرمان عالی شان ہے جو عرش و کرسی زمین و آسمان چاند و سورج حیوان و انسان جنات نباتات جمادات غرض ہر چھوٹی وبڑی شے کا مالک و خالق ہے اور ہر چھوٹی وبڑی شے اسکے قبضۂ قدرت اور تصرف میں ہو۔ جس عظمت و جلال کا وہ تنہا مستحق اور مالک ہے اسی کے شایان شان اس کا فرمان ہے۔ جس قدر ادب و احترام عظمت و محبت کیساتھ فرمان خداوندی کا استقبال ہوگا اسی قدر بارگاہ خداوندی سے تقرب حاصل ہوگا اور اسی کی بقدر ملاءاعلیٰ سے انوارات کا فیضان ہوگا اَلَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے تلاوت کرتے ہیں تلاوت کا حق۔ یہی لوگ اسپر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہی خسارہ والے ہیں)

تلاوت قرآن مجید کے وقت چند آداب کا خیال رکھے۔

اوّل وضو کر کے نہایت ادب کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے دوزانوں بیٹھے اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر صحت الفاظ کیساتھ تلاوت کرے۔

یہ ظاہری احترام ہے اصل احترام دل کا احترام ہو مگر چونکہ ظاہر کا اثر ہمیشہ باطن پر پڑتا ہو اس لئے ظاہری احترام بھی ضروری ہے۔

دوسرے اس مقدس کلام کی عظمت و محبت سے دل لبریز ہو جسکے آثار ظاہر سے بھی نمایاں ہوں اور وہ کیفیت پیدا ہو جائے جس کو قرآن کریم میں اس طرح واضح کیا ہے:۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰ لِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ

(اللہ نے اتاری ہے بہتر بات کتاب ہے یکساں دہرائی جانے والی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر یہ ہے ہدایت اللہ کی ھدایت کر دیتا ہے اسکے ساتھ جسکو چاہے اور جسکو گمراہ کرے اللہ پس نہیں اسکے واسطے کوئی راہ دکھانے والا)

جس قدر اس کلام پاک کی عظمت و محبت دل میں راسخ ہو گی اسی قدر انوارات اور تجلیات سے معمور ہو گا۔

تیسرے اگر قرآن کریم کے معنی سمجھ سکتا ہو تو کوئی آیت بھی بلا سمجھے تلاوت نہ کرے بلکہ ہر آیت کے مضمون پر خوب اچھی طرح غور و فکر کرے۔ اور دل میں اس کا مفہوم ذہن نشین کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنی سمجھ پر ہرگز اکتفا نہ کرے بلکہ جہاں کہیں خلجان ہو کسی دیندار عالم کی طرف رجوع کرے۔ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۞ (یہ کتاب اتارا ہم نے اس کو تیری طرف با برکت تاکہ فکر کریں اس کی آیتوں میں اور نصیحت پکڑیں عقل والے)

چوتھے ہر مضمون کی دل سے تصدیق کرے۔ شک و شبہ کو ذرا گنجائش نہ دے۔ ذٰ لِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ‘‘ (یہ کتاب نہیں ہے شک اس میں ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے)

اگر بدقسمتی سے قرآن کریم کے الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو اپنی اس کوتاہی پر نادم و شرمسار ہو اور کچھ وقت روزانہ قرآن کریم کی تعلیم میں صرف کرے۔

(۴) کچھ وقت یادِ الٰہی اور ذکر و فکر میں گذارنا۔

جب کسی شے کی حسن و خوبی کا بار بار تذکرہ زبان پر آتا ہے تو لامحالہ اسکے ساتھ تعلق خاطر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی شے کا حسن و جمال آنکھوں میں سما جاتا ہے اور کسی کی خوبیاں دل میں گھر کر لیتی ہیں تو ہر وقت بے ساختہ اسی کا نام زبان پر آتا ہے اور دل میں ہر وقت اسی کی یاد چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت شوق و رغبت کے ساتھ اس کے نام اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے اور جب کسی سے محبت و تعلق پیدا ہو جائے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہر وقت ہر آن محبوب کا نام اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ وردِ زبان رہتا ہے اور اس کی یاد ہر وقت دل کو تڑپائے رکھتی ہے۔

اگر حق تعالیٰ کے ساتھ کمال محبت و تعلق قائم ہے تو لامحالہ خود بخود ہر وقت اسکی یاد اور اسکی خوبیوں کے تذکرہ میں مشغول رہے گا اور کسی وقت محبوب کا نام لئے بغیر اطمینان اور سکون میسر نہ ہوگا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور جس قدر ان محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ زبان پر ہوگا اسی قدر دل کے لگاؤ اور تعلق میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس مالک الملک کی خوبیوں کی کوئی انتہا نہیں اس لئے اس دریار محبت کا بھی کہیں کنارہ نہیں۔ اگر اس محبت اور تعلق میں کچھ کمی ہو تو اس کو زائل کرنے اور حقیقی محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ حق تعالیٰ کے محاسن اور خوبیوں پر غور کرے دل میں ان کو جگہ دے اور شوق و رغبت کے ساتھ ہر وقت ان کا تذکرہ کرے۔ جس سے آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کے ساتھ دل کا لگاؤ اور تعلق پیدا ہوگا۔ جسقدر یہ خوبیاں دل میں جاگزیں ہوں گی اسی قدر محبت خداوندی سے دل سرشار ہوگا اور غیر اللہ کی محبت نیست و نابود ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت اور تاکید ہے۔ اور جو دل ذکر الٰہی سے غافل ہے وہ مردہ اور بے حس ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ہ

(اے ایمان والو اللہ کا ذکر بہت کیا کرو اور اس کی پاکی بیان کیا کرو صبح اور شام) جو انسان اپنے مالک خالق مربی کو بھولا ہوا ہے وہ درحقیقت اپنے وجود اور ہستی کو بھولا ہوا ہے۔ اپنی ہستی سے ذرا بھی باخبر ہوتا تو اپنے بنانے والے تربیت دینے والے سے ہرگز بے خبر نہ رہتا۔ ایسا خود فراموش شخص انسان ہرگز نہیں بلکہ سرکش درندہ ہے جس سے اجتناب ضروری ہے لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ ہ (تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پس بھلا رکھا ہے انھوں نے ہی نفسوں کو یہی لوگ ہیں سرکش)

ایسے سرکش انسان کی دنیا اور عقبیٰ دونوں برباد ہوں گی۔ یہاں بھی پریشان خاطر پراگندہ حال رہے گا اور وہاں بھی دُکھ درد ذلت واہانت میں مبتلا ہوگا مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی۔ (جو شخص اعراض کرے میرے ذکر سے بیشک اسکے لئے تنگ معیشت ہے اور اٹھائینگے ہم اسکو قیامت کے دن اندھا)

البتہ یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ جس عظمت وجلال والے شہنشاہ کا تم نام لے رہے ہو وہ تم سے باخبر ہے تمھاری بات کو سن رہا ہے۔ تمھارے دل کی کیفیت کو بخوبی جانتا ہے اس لئے اس کی عظمت وجلال کے مناسب عظمت ومحبت کے ساتھ اس کا تذکرہ ہو تو وہ رحیم وکریم بھی اپنے لطف وکرم سے تم کو یاد رکھے گا۔ فاذکرونی اذکرکم (تم میرا ذکر کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا) اور اگر غفلت ومدہوشی کے ساتھ اس کا نام پاک وردِ زباں رہا تو وہ نام پاک اگرچہ اپنا اثر ضرور کرے گا اور کسی وقت میں رنگ لائے گا مگر تم اپنی اس غفلت ومدہوشی کی وجہ سے لائق لطف وکرم ہرگز نہیں۔

ابتدا میں کلمہ سوم (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ) ایک تسبیح صبح اور ایک شام معنیٰ کا دھیان کرتے ہوئے عظمت ومحبت کے ساتھ جی لگا کر پڑھے اور

درود و استغفار کی کوئی مقدار معین کر کے اس کا التزام کرے۔ حدیث میں اسکی بڑی فضیلت آئی ہے۔ جب دل اس سے مانوس ہو جائے اور التزام کے ساتھ یہ وردادا ہونے لگے تو کسی شیخ طریقت متبع سنت سے کچھ اور پڑھنے کے لیئے دریافت کرے۔

(۵) علم دین حاصل کرنے کی سعی کرنا۔

انسان کی پیدائش کا مقصد حق تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری ہے اور اس اطاعت اور بندگی کا ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور پیروی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر کوئی اطاعت اور بندگی قابلِ پزیرائی نہیں جو قدم بھی خلاف پیمبر اُٹھے گا وہ راہ مستقیم سے ہٹا کر ہلاکت اور بربادی کی طرف لیجائے گا تو ہر انسان کے لئے ضروری ہوا کہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں ہر ہر قدم پر خدا اور رسُول کا حکم معلوم کر کے اس کے موافق عمل کرے۔ یہی وجہ ہے کہ علم دین حاصل کرنیکی بڑی فضیلت اور تاکید ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنی وسعت اور فراغت کے موافق علم دین حاصل کرنے کی سعی کرے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہر شخص اپنا کاروبار اور شغلہ چھوڑ کر دینی مدرسہ میں داخل ہو جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنے مشاغل میں مشغول رہتے ہوئے کچھ وقت علم دین حاصل کرنے کے لئے بھی ضرور فارغ کیا جائے جس کی دُو صُورت ہیں۔

(الف) اہلِ دل اہلِ درد متبع شریعت متقی پرہیزگار ذی علم لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور ان کے ارشادات سے مستفیض ہو۔ ایسے بزرگوں کی صحبت سے دلمیں نورانیت اور صلاحیت پیدا ہوگی۔ اولیاء اللہ کے ارشادات چونکہ دل سے نکلتے ہیں اس لئے دل پر اثر کرتے ہیں جس سے دل کی شقاوت دُور ہوتی ہے۔ اور آنے والی زندگی کا فکر لاحق ہوتا ہے اور بندگی اور اطاعت خداوندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوااللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ

(ب) ایسی کتابوں کا مطالعہ کرنا جنسے خدا اور رسول کے احکام معلوم ہوں اور ان احکام کی بجا آوری کا شوق پیدا ہو اور مذہبی دینی جذبات کی پرورش ہو۔

کتب بینی میں چند باتیں ملحوظ خاطر رہیں۔

اول دینی کتابوں کو تفریح طبع یا محض زیادتی معلومات کے لیے نہ پڑھے کہ یہ دین اور دینی باتوں کی انتہائی ناقدری ہے۔ بلکہ دینی کتابوں کے پڑھنے سے مقصود اللہ اور رسول کے احکام اور منشار کا علم ہو تاکہ اس کے موافق عمل کرکے اللہ اور رسول کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے۔ اسی مقصد کے موافق اس علم کا استقبال ہو اور اس کے حاصل کرنے میں شوق ورغبت اور ادب واحترام ہو۔

دوسرے مطالعہ کے لئے ان بزرگوں کی تصنیفات اختیار کرے جنکی دیانت تقویٰ اتباع شریعت پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہو۔ ہر کس وناکس کی کتاب سے دین کا اخذ کرنا احتیاط کے خلاف ہے جو بسا اوقات ذراسی لغزش سے انسان کے دینی متاع کو برباد کر دیتا ہے۔

تیسرے جس بات کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ یہ خدا اور اسکے رسول کا حکم ہے اسکو بے چون وچرا تسلیم کرے بظاہر سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کہ خدا اور رسول کے فرمان کے مقابلہ میں عقل انسانی بیکار محض ہے۔

(۶) احکام خداوندی کی سربلندی اور دین محمدی کی سرسبزی کے لئے جدوجہد کرنا کہ یہی جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی غرض اور مقصود اعلیٰ ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کو دنیا میں امن وسلامتی قائم رکھنے کے لئے اپنے احکام جاری کرنے تھے وہ چاہتا تو ہر انسان کو ان کے ماننے پر مجبور کر دیتا۔ مگر مشیت ایزدی اسکے خلاف تھی۔ اس نے دنیا کو ایک امتحان گاہ بنایا۔ تاکہ جو شخص بھی اچھا یا برا کام کرے اپنے اختیار اور پسند سے کرے مجبور محض نہ ہو۔ اس نے اچھائی اور برائی دونوں کو

پیدا کیا اور دونوں کے نتائج اور مآل کار انسان پر واضح کر دیئے تاکہ عقل و دانش کو کام میں لائے اور بہتر راستے پر گامزن ہو۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا ؕ (اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے بیشک ہم نے تیار کیا ہے ظالموں کیلئے دوزخ کو)
لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا (دین میں زبردستی نہیں بیشک کھرا کھوٹے سے جدا ہو گیا جس شخص نے کفر کیا طاغوت کیساتھ اور ایمان لایا اللہ کیساتھ اسنے پکڑ لیا ایسی مضبوط رسی کو جسکے لیے ٹوٹنا نہیں)

اگر ساری دنیا ملکر بدی کے راستہ کو اختیار کر لے تو اسکی عظمت و جلال میں ذرہ برابر فرق نہ آئیگا لیکن اس کے لطف و کرم کا تقاضا یہ ہے کہ اسکی مخلوق نیکی کو اختیار کرے اور برضا و رغبت اس کی خوگر بنے۔ اسی لئے پروردگار عالم نے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے تاکہ حکمت و موعظت کے ساتھ بنی نوع انسان کو نیکی کے راستے پر ڈالیں اور برائی کے راستہ سے باز رکھیں۔ اور جب رسالت و نبوت کے سلسلہ کو رسولوں کے سرتاج علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم کر دیا تو ہمیشہ کے لئے یہ کام اس امۃ مرحومہ کے سپرد کر دیا گیا جو اس کام کی بدولت "خیر امم" ہے۔ اس جماعت کو دنیا میں صرف اسی لئے بھیجا گیا تاکہ برائی کے راستوں کو بند کر کے نیکی کے راستوں پر مخلوق کو چلائے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ؕ (اے امت محمدیہ) تم افضل امت ہو تمکو لوگوں کے نفع کیلئے بھیجا گیا تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ اعزاز کوئی معمولی اعزاز نہ تھا یہ منصب کوئی معمولی منصب نہ تھا۔ تمام جلیل القدر انبیاء اور رسولوں کی نیابت تھی اور بنی نوع انسان کی پوری ذمہ داری تھی۔ اس فریضہ میں ذرا سی کوتاہی تمام مخلوق کی بربادی ہے اور تھوڑی سی لغزش

تمام عالم کو درہم برہم کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے کام کی اہمیت اور ضرورت پر نظر کرتے ہوئے حکم دیا گیا کہ جیسا کہ انبیاء کرام اس کام کی انجام دہی میں منہمک تھے اسی طرح تم میں ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے جو بالکل اس کام کے لئے فارغ ہو اور اس کا وظیفہ حیات یہ ہو کہ وہ مخلوق کو خیر کی دعوت دے ان کو اچھی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور چاہئے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے یہی لوگ فلاح یاب ہیں۔

اور ہر قوم میں ایک جماعت ایسی بھی ہونی چاہئے جو علمی مرکزوں میں جائے۔ دین کی باتوں کو سیکھے اور واپس آکر اپنی تمام قوم تک ان باتوں کو پہنچائے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝

ایسے تو نہیں مسلمان کہ سارے کوچ میں نکلیں سو کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ان کے ایک جماعت تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچا دیں اپنی قوم کو جب لوٹیں ان کی طرف شاید وہ بچیں۔

ان آیات قرآنی سے تین باتیں واضح طور پر معلوم ہوگئیں۔

(۱) دنیا میں نیکی کو پھیلانا اور برائی کو روکنا ہر فرد امت کے لئے ضروری ہے۔

(۲) امت محمدیہ میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جس کا کام صرف یہ ہو کہ مخلوق کو خالق کی طرف بلائے ان کو بری باتوں سے منع کرے اور اچھی باتوں کا حکم کرے۔

(۳) امت محمدیہ کے ہر گروہ میں ایک ایسی جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے جو دین سیکھنے کے لئے سفر کرے اور واپس آکر اپنی تمام قوم کو دین سکھلائے۔

• سب سے بڑی نیکی اور اصل خیر خواہی یہ ہے کہ ایک گم گشتہ راہ انسان کو سیدھی راہ دکھلائی جائے

خالق سے بھٹکی ہوئی مخلوق کو خالق کی بارگاہ تک پہنچایا جائے یہی وہ کام تھا جس کے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ	اے محمد بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت و موعظت کے ساتھ اور ان کے ساتھ مباحثہ کرو جس طرح مناسب ہو۔

اور یہی انسانی خیر خواہی کا وہ اصل اصول تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہر اتباع کرنے والے کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ؕ	اے محمد کہد و یہ ہے میرا راستہ بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جتنے میرے پیرو ہیں وہ بھی اور اللہ پاک ہو اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؕ	اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا بھٹکے ہوؤں کو راہ حق دکھلانا گمراہوں کو ہدایت کا راستہ بتانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ حیات اور مقصد اصلی تھا اور اس مقصد کی نشو ونما اور تحفظ اور بقا کے لئے آپ نے اپنے ہر اتباع کرنے والے کو اپنا شریک کار قرار دیا۔

یہ کام جس قدر اہم اور قابل اعتنا تھا اس آخری دور میں اسی قدر اسکے ساتھ بے اعتنائی اور بے توجہی کا برتاؤ کیا گیا جس کی پاداش میں مسلمان ایک دم اوج کمال سے قعر مذلت میں جا پڑے۔ اس دیرینہ غفلت اور اجنبیت کی وجہ سے اس کام کی اہمیت اور حیثیت نمایاں کرنی پڑی تاکہ یہ معلوم ہو جائے مسلمانوں میں جس قدر

کمزوریاں اور خرابیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ خدا اور رسول کی راہ سے ہٹتے جارہے ہیں اور اس کا باعث خود مسلمان ہیں جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا جب اس میں کوتاہی اور اضمحلال واقع ہوا تو تمام نظام عالم خود بخود درہم برہم ہو گیا۔ بھلائیاں دنیا سے اٹھتی جارہی ہیں اور ان کی جگہ برائیاں نمودار ہو رہی ہیں اور ہر جگہ فتنہ و فساد کے ہنگامے رونما ہو رہے ہیں۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ۔ اب اس روزافزوں سیلاب بلا کو روکنے اور از سر نو عزت و حشمت کی زندگی بسر کرنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ جو کام خدا اور رسول نے ان کے لئے پسند کیا تھا اس کو اختیار کریں اور اپنی تمام مساعی کا مرکز اس کام کو قرار دیں اور حقیقی محبت اور جان نثاری کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ جو کام محبوب کا تجویز کردہ اور پسندیدہ ہو اس کی انجام دہی اور سربزی میں سرگرم عمل ہو جائے۔ جس قدر اس راہ میں جد و جہد کرے گا اور اس کام سے لگاؤ ہو گا اسی قدر عنایات ربانی ہم آغوش ہوں گی۔ اور خدا و رسول کی بارگاہ میں مقرب اور ممتاز شمار ہو گا۔ گھر کی چاردیواری میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرنے والا کسی طرح اس شخص کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا جو گھر در فرزند و زن سب کچھ چھوڑ کر دربدر کوچہ بکوچہ شہر بہ شہر اللہ کا دین پھیلانے کے لئے مارا مارا پھرے اور اپنی جان و مال کو اس راہ میں قربان کرے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۔

برابر نہیں وہ مومن جو بلا عذر گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں کوشش کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے۔ اور سب

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ہ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ہ	اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجرِ عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کیطرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت۔ اور اللہ بڑی مغفرت اور رحمت والے ہیں۔

اور جو کچھ مساعی جمیلہ اس راہ میں سرزد ہونگی اور جن مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوگا اس کا نفع کسی غیر کو نہیں بلکہ خود اس کی ذات کو نصیب ہوگا۔ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ہ

انچہ از نیک و بد می کند　　آں ہمہ میداں کہ باخود می کند

یہ چند کام ہیں جو مسلمانوں کی ترقی کے لئے بمنزلہ جڑ اور بنیاد کے ہیں جب ان کاموں کو شروع کرے گا اور ان کو اپنا جزء زندگی اور مقصد اصلی قرار دے گا تو ایمان کی حلاوت اور یقین کی دولت سے مالامال ہوگا اور زندگی کا رخ اس شاہ راہ ترقی پر پڑ جائے گا جو انبیاء وصدیقین اور اولیاء کا راستہ ہے۔ جس قدر شوق ورغبت اور عظمت واحترام کے ساتھ اس طریق پر مداومت کرے گا اسی قدر خدا اور رسول کے ساتھ محبت وعظمت کا تعلق قائم ہوگا اور روز بروز اس تعلق میں ترقی اور افزونی ہوگی اور وہ روحانی زندگی نصیب ہوگی جس کی کیفیت کا ادراک انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یعنی جس شخص کی عملی زندگی نیک راستہ پر استوار رہو اور وہ خدا اور رسول پر ایمان بھی رکھتا ہو اس کو حیواۃ طیب (پاکیزہ زندگی) عطا ہوگی اور اس کے اچھے کردار کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ اس عملی جدوجہد کو دوسری جگہ سود مند تجارت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَأُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری تبلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسُول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور عُمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتحیابی۔ اور آپ مومنوں کو بشارت دے دیجئے

اس آیتہ میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسُولؐ پر ایمان لاویں اور اس کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہیں جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے اگر ہم میں کچھ عقل و فہم ہو اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔ ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اسپر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی خوش حالی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و فتحیابی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دوچیزوں کا مطالبہ کیا اوّل یہ کہ ہم خدا اور اسکے رسُولؐ پر

ایمان لاویں دُوسرے یہ کہ اپنے جان ومال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اسکے بدلے میں ہم سے دو چیزوں کی ضمانت کی آخرت میں جنّت اور ابدی چین وراحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی۔ دنیا میں نصرت اور کامیابی سے کیا مراد ہے؟ اس کو دوسری آیۃ میں وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا	تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین کی حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت عطا کی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اسکو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا۔ بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں ـــ میرے ساتھ کسیکو شریک نکریں

اس آیۃ میں تمام امت سے وعدہ ہے ایمان اور عمل صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور خود عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک متصلا ممتد رہا۔ چنانچہ جزیرۂ عرب آپ کے زمانہ میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو دوسرے صلحاء ملوک اور خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آیندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیۃ میں ہے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (بے شک خدا کی جماعت ہمیشہ غالب رہے گی) (بیان القران)

پس معلوم ہوا جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنّت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا خدا اور رسُول پر ایمان لانے اور اچھی زندگی اختیار کرنے اور خدا کی راہ میں جد وجہد کرنے پر موقوف ہے ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری دنیا میں حکمرانی اور نصرت وفتحیابی اور دنیا کی عزّت وکامرانی بھی اس پر موقوف ہے کہ

ہم خدا اور رسول پر ایمان لاویں اپنی عملی زندگی کو درست کریں اور اپنی تمام جد وجہد کو اسکی راہ میں صرف کریں
تمام بزرگانِ دین صوفیاءِ کرام مشائخ عظام نے اپنی زندگی کو بندگی کے سانچے میں ڈھالا اور تمام عمر خدا اور رسول کے احکام کی سرسبزی اور سربلندی کے لئے مشقتیں برداشت کیں مصائب جھیلے اور ہر طرح کی تکالیف کو برداشت کیا جسکی بدولت بارگاہ خداوندی میں مقرب اور ممتاز ہوئے اور انکے ذریعہ اسلام اور ایمان کی دولت ہم تک پہنچی۔ ان حضرات کی محبت اور انکے احسانات کی شکرگذاری یہ ہے کہ ہم بھی انکے نقشِ قدم پر چلیں۔ بندگی کے اطوار سیکھیں اور خدا اور رسول کی محکومی اختیار کریں اور خدا اور رسول کے احکام کی سرسبزی اور سربلندی میں جاں نثاری اور سرفروشی کریں تاکہ ہم بھی دارین کی نعمتوں سے سرفراز ہوں خدا اور رسول کی محبت سے سرشار ہوں اور خدا اور رسول کی بارگاہ میں مقرب اور ممتاز ہوں۔

ان چند کاموں کی پابندی سے زندگی کا رخ ان بزرگوں کے نقش قدم پر پڑ جائیگا اور اس صراطِ مستقیم پر آجائیگا جو بارگاہ خداوندی تک پہنچائے پھر اگر خداوند کریم مزید توفیق دے تو کسی شیخ طریقت متبع سنت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے اور ان طریقوں پر گامزن ہو جنکو مشائخ طریقت نے وصول الی اللہ کے لئے تلقین فرمایا تاکہ انکے ذریعہ باطنی گندگیاں اور خرابیاں دور ہوں اور ان اعمال کی باطنی خوبیاں نمایاں ہوں اور ظاہر سے حقیقت کی طرف رہبری ہو اور خدا اور رسول کی حقیقی محبت جلوہ گر ہو اور کمالات بندگی سے آراستہ ہو۔

یہ چند باتیں ایک ناداں کے قلم سے سرزد ہوگئیں لکھنے والا خود بے عمل مجرم و خطاکار ہے آپکی دانائی سے کچھ بعید نہیں اگر آپ خطاکاریوں کو نظرانداز فرمائیں اور اسکی اصلاح کیلئے بارگاہ خداوندی میں ملتجی ہوں۔ اگر ان بے ربط باتوں سے کسی کو نفع پہنچ جائے تو یہ فیضان ہے سرچشمہ فیوض رحمانی مقبول بارگاہ یزدانی سیدی و مولائی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی دامت فیوضہم کا جنکے تعمیل ارشاد میں مجبورًا چار و ناچار قلم کو جنبش دینی پڑی ع زباں میری ہے لیکن کہنے والا اور ہے۔ خداوند کریم اس چشمہ فیض کو ہمیشہ جاری رکھے اور مجھے اور آپ کو کامل سیرابی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

تشنہ لب
احتشام (غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ)